ایک رات کی مہلت کیوں؟

پنڈت ویاس دیو مصرا، بیرسٹرایٹ لا، ایڈوکیٹ سپریم کورٹ، دہلی

دسمبر ۱۹۶۲ء میں میں کانپور سیرت النبی کے ایک جلسہ میں تقریر کرنے گیا تھا۔ اتفاقاً ایک مجلس بھی پڑھنا پڑی۔ دوران گفتگو میں ایک معزز صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ امام حسینؑ نے یزید سے ایک رات کی مہلت کیوں مانگی۔ عبادت کا بہانہ بالکل کمزور معلوم ہوتا ہے۔ جس کی زندگی عبادت میں گزر گئی ہو اس کے لئے محض عبادت کے لئے ایک رات کی مہلت مانگنا زیادہ معنی خیز چیز نہیں معلوم ہوتی۔

سوال معقول تھا۔ حتی الامکان اور حتی الوسع میں نے جواب بھی دیا۔ کچھ لکھنے سے قبل اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عقلی دلیلوں پر زیادہ عمل کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے ہر تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو پڑھا ہے اور قریب قریب سب میں یہی ہے کہ امام علیہ السلام نے عمر سعد سے ایک رات کی مہلت محض اس لئے مانگی کہ دنیا کو خیرباد کہنے سے قبل وہ اور ان کے رفقاء ایک رات اللہ کی خوب عبادت کرلیں۔ ویسے بھی آج کل دستور ہے کہ دم آخر ہر انسان سے اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے۔ وہ جو کہتا ہے اُسے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دنیا میں عبادت کی بناء ڈالنے والے اور عبادت کو قائم کرنے والے تو یقینا یہی خواہش کریں گے کہ اگر کچھ اور مہلت ملے تو اللہ کی عبادت میں گزاریں بلکہ مثالیں تو یہاں تک ملتی ہیں کہ اللہ کی عبادت میں اتنے مگن ہوئے کہ مصائب کی سخت ترین گھڑیاں اور مظالم کی ہیبت ناک رات ایک سجدہ میں ختم کردی اور قیامت تک کے لئے سیدالساجدین کا لاثانی خطاب اپنے لئے مخصوص کرلیا۔ میری ناقص نگاہ میں وجوہ کچھ اور بھی ہیں۔ جس نے رسول مقبول کے بعد تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہو اس کے لئے سمجھنا آسان ہوجائے گا اور وہ آسانی سے سمجھ سکے گا کہ امام حسین علیہ السلام کا ایک رات کی مہلت مانگنا بڑا معنی خیز تھا بلکہ جنگ کربلا کی فتح کا پہلو اس میں پوشیدہ ہے۔

امام عالی مقام نے دیکھا کہ نانا کے بعد کیا کیا مظالم نہ ہوئے مگر کسی نے یہ بھی پرواہ نہ کی کہ اس کی کم از کم اچھی طرح تحقیق کرتا۔ رسولؐ کا داماد، مسلمانوں کا خلیفۂ برحق، حسنینؑ کا باپ اور اعلان رسالت کا پہلا اور کمسن گواہ مسجد میں قتل کردیا جائے اور کوئی یہ بھی تکلیف گوارا نہ کرے کہ قتل کی وجہ معلوم کی جائے اور اصل قاتل کا سراغ لگایا جائے یا کم از کم اس کا نام محض اس لئے ظاہر کردیا جائے کہ دنیا اس سے ہشیار رہے اور اس کی مکاری کا شکار نہ ہوجائے۔ اتنا بڑا سانحہ غلیظ سیاست کے بوجھ سے دب کر رہ گیا اور اہلبیتؑ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ رات دن امام اول کے غم میں آنسو بہائیں۔

جب مشکل کشا کی شہادت ہوچکی اور منافقین اپنے ارادے میں کامیاب ہوگئے تو انھوں نے آگے قدم بڑھایا اور نظر اس امام پر پڑی جس نے صلح کرکے یہ ظاہر کردیا تھا کہ ہمیں تخت و تاج کی خواہش نہیں، مگر جو ایمان کا دشمن ہے وہ یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ کل ایمان دنیا میں زندہ رہے۔ یہ یقین تھا کہ دنیا میں شمع امامت کے ہوتے ہوئے باطل کا چراغ نہ جل سکے گا۔ لہٰذا اس کے گل کرنے کی فکر ہوئی، سازشیں ہونے لگیں کہ آخر کس طرح اس شمع ایمانی کو خاموش کیا جائے آخر امام حسن کو زہر دینے میں کامیابی ہوئی۔ اہلبیتؑ کے لئے ایک اور سانحہ عظیم

ہوا۔ وقت دفن مداخلت کی گئی اور تاریخ شاہد ہے کہ جنازے پر تیر بھی برسائے گئے، مگر حسینؑ نے بھائی کی صلح کو قائم رکھا اور جنازے کو جنت البقیع میں لے گئے اور حسب وصیت برادر وہاں دفن کیا۔

اہلبیتؑ نے پھر دیکھا کہ وصیِ رسولؐ کی شہادت کا جو حشر ہوا تھا، وہی حسنؑ کی شہادت کا بھی ہوا۔ بڑے بڑے مسلمان تھے اور رسولؐ کا کلمہ پڑھنے والے تھے، مگر کسی نے یہ تکلیف نہ کی کہ وجہ شہادت معلوم کرتا، سازش کرنے والوں اور قتل کرنے والوں کے چہروں سے نقاب ہٹاتا اور کم از کم دنیا کو یہ معلوم ہوجاتا کہ رسول اسلامؐ کے نواسے کو زہر دلوانے والا تھا کون؟ وقت آیا اور گذر گیا۔ دنیا غفلت میں پڑی رہی اور واقعات جان بوجھ کر مشکوک بتائے گئے تاکہ اصلیت کا پتہ نہ معلوم ہوسکے اور دنیا ہمیشہ مغالطے میں مبتلا رہے۔

حسینؑ کی نگاہوں نے ان واقعات کو دیکھا، منافقوں کی جعل سازی دیکھی، اسلام کے علمبرداروں کی چالاکیاں دیکھیں اور اب دوسری راہ اختیار کی۔ جانتے تھے کہ شہادت ضروری ہے۔ جس نے باپ کو قتل کیا، جس نے بھائی کو زہر دلوایا، وہ حسینؑ کو کب زندہ دیکھ سکے گا۔

جب قتل کے آثار زیادہ نظر آنے لگے تو نانا کی قبر سے رخصت ہوئے، بھائی کے مزار سے جدائی گوارا کی، اور ماں کی قبر کو الوداع کہا، مدینۃ الرسولؐ کو چھوڑ کر خانہ کعبہ تشریف لے آئے مگر یہاں پہنچ کر جب حج کے موقع پر دیکھا کہ قاتل حاجیوں کے لباس میں ہیں تو کعبہ کے احترام کا خیال دل میں آیا اور یہ بھی سوچا کہ اگر یہاں قتل ہوگیا تو وہی حشر میری شہادت کا بھی ہوگا جو باپ اور بھائی کی شہادت کا ہوا لہٰذا حج کو چھوڑا، اہل حرم کے ساتھ کربلا کا رُخ کیا۔ سفر کا مقصد دنیا کو بتاتے گئے تاکہ زمانہ آگاہ ہوتا جائے اور اصلیت سے باخبر رہے۔ جگہ جگہ خبر پہنچ گئی کہ حسینؑ معہ اہل وعیال کربلا کی جانب عازم سفر ہیں، کچھ خوش قسمت ہمراہ ہو لئے اور بہت سے بدقسمت ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ کربلا کی سرزمین پر پہنچے، جنگ سے کنارہ کشی کرتے رہے، مظالم ہوتے گئے، صبر کرتے گئے، موقع بھی ملا تو بھی حملہ نہ کیا۔ دریا کے کنارے سے ہٹائے گئے، ہٹ گئے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ پہلے چھیڑ حسینؑ نے کی۔ شب عاشور آئی۔ جنگ کے آثار نظر آئے، دشمن کو آگے بڑھتے دیکھا، پرانے واقعات نظروں کے سامنے آگئے۔ دل میں سوچا کہ اگر رات کے اندھیرے میں لڑائی شروع ہوگئی تو میری شہادت کا بھی وہی حشر ہوگا جو باپ اور بھائی کی شہادت کا ہوا۔ رات کے اندھیرے میں دشمن قتل بھی کرے گا، خیمے بھی جلائے گا اور صبح کو کہہ دے گا کہ ہم کیا جانیں کہ کس نے قتل کیا؟ کس نے خیمے جلائے اور کس نے اہلبیتؑ کو لوٹا؟ لہٰذا امام نے کوشش کی کہ جنگ کا آغاز دن کی روشنی میں ہو، زمانہ دیکھے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون، صحیح راستے پر کون ہے اور غلط راستے پر کون ہے؟ وقت کو ٹالنے کے لئے ایک رات کی مہلت کی ضرورت پڑی اور اس مہلت کو مانگنے کے لئے امام عالی مقام نے کوئی دنیاوی بہانہ نہیں پیش کیا۔ کوئی مکر کی چال نہیں چلی، بلکہ مہلت اس لئے مانگی تاکہ دنیا میں ایک شب اور اللہ کی عبادت میں گزاریں اور ایک مجاہد جس کا رُخ حق کی طرف ہے وہ بھی آئے اور شامل ہوجائے۔

ایک رات کی مہلت نے بڑا کام کیا۔ وہ منافقین جن کے چہروں پر شہادت علیؑ سے لے کر اب تک نقابیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ بے نقاب کردیئے گئے۔ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اصل قاتل کون ہیں؟ رسولؐ کے گھر کو برباد کرنے والے کون ہیں؟ اور یہی سبب ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد پھر کسی کی ہمت نہ پڑی کہ کسی امام سے سوال بیعت کرتا۔

✿✿✿